میرا وڈھا صنم
نادیہ فاطمہ رضوی
READING
Section

عید الاضحیٰ عید الاضحیٰ عید الاضحیٰ عید الاضحیٰ عید الاضحیٰ عید الاضحیٰ عید الاضحیٰ

وہ انکار کرتے ہیں اقرار کے لیے
نفرت بھی کرتے ہیں پیار کے لیے
الٹی چالیں چلتے ہیں یہ دیوان گان عشق
آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لیے

شہزین حیرت و بے یقینی کی کیفیت میں گھری ڈائس کے پیچھے کھڑے اس گریس فل شخص کو تکنا چاہتے ہوئے بھی دیکھے جارہی تھی۔ کشادہ پیشانی ذہانت سے بھرپور آنکھوں میں فریم لیس چشمہ لگائے اپنی ناک کے نیچے عنابی لبوں کو مخصوص انداز میں پیوست کیے وہ اسٹوڈنٹس کے حاضری رجسٹر پر جھکا ہوا تھا۔

''مس شہزین رضا!'' جب تیسری بار اس کا نام پکارا گیا تو اپنی نوٹ بک پر جھکی ہادیہ کو شہزین کی غائب دماغی کا خیال آیا تو اس نے اپنی کہنی مار کر اسے جاگتی آنکھوں مگر سوتی ہوئی شہزین کو جگایا تو بے اختیار وہ اپنی جگہ سے اچھل پڑی۔

''یہ کیا پاگل پن ہے شہزین! مانا کہ یہ موصوف کافی ہینڈسم اور ڈیشنگ ہیں مگر اپنے نام پر تم ''یس سر'' تو بولو پھر بعد میں چاہے گھور لینا۔'' ہادیہ شہزین کو گم صم بیٹھا دیکھ کر دانت پیستے ہوئے سرگوشیانہ لہجے میں بولی تو پہلے شہزین نے ہادیہ کو پھر سامنے والے کو دیکھا جو اس کام سے فارغ ہو کر اب وائٹ بورڈ کی جانب متوجہ ہو چکا تھا۔

''اُف شہزین! خدا کے واسطے اپنی بدحواسی پر قابو رکھو سر نوفل کافی اسٹرک ہیں وہ لڑکیوں کا بھی لحاظ نہیں کرتے۔'' ہادیہ کی بات شہزین سن ہی کہاں رہی تھی وہ ابھی تک ایک ٹرانس کی کیفیت میں نوفل حسن کو دیکھے جارہی تھی جو اس پل پوری توجہ سے شہزین کو نظر انداز کیے اسٹوڈنٹس کو لیکچر دے رہا تھا۔

شہزین کو ہنوز بیٹھا دیکھ کر ہادیہ نے اسے اس کے حال پر چھوڑ کر اپنی توجہ نوفل حسن کی طرف مرکوز کردی جبکہ یک دم شہزین اپنی جگہ سے اٹھی اور اپنا بیگ اٹھا کر بنا نوفل حسن سے اجازت لیے کلاس روم سے باہر چلی گئی۔ شہزین کے اس قدر عجیب برتاؤ پر پوری کلاس نے انتہائی اچنبھے سے اسے دیکھا پل بھر کے لیے نوفل حسن نے بھی اسے باہر جاتے دیکھا پھر سر جھٹک کر دوبارہ لیکچر دینے میں مصروف ہو گیا۔

''اُف خدایا یہ...... یہ نوفل حسن یہاں کیسے؟ اور وہ بھی اس روپ میں؟ یہ...... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ نوفل حسن یہاں کیسے آسکتا ہے؟''

''کیوں نہیں آسکتا؟'' شہزین رضا کلاس سے باہر آکر گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے خود سے سوال و جواب کررہی تھی۔

''کہیں وہ مجھ سے بدلہ لینے تو نہیں آیا۔ اوہ مائی فٹ...... اس کی اتنی جرأت نہیں کہ وہ مجھے یعنی شہزین رضا خان کو ہراساں کرنے کی کوشش کرسکے۔'' خود سے بولتے ہوئے یک دم اس کی ازلی خودسری اور تنک مزاجی عود کر آئی۔ وہ انتہائی خوداعتمادی سے کہہ اٹھی اچانک نوفل کو دیکھ کر اس پر جو بدحواسی کی کیفیت طاری ہوئی تھی وہ ختم ہو چکی تھی اب اس کی جگہ الجھن نے لے لی تھی۔

''اوہ ہائے شہزین ڈیئر! مجھے معلوم ہے کہ تم نے میری وجہ سے کلاس مس کی ہے ناں......'' اچانک نجانے کہاں سے جہانگیر آٹپکا تو شہزین نے اسے بےزاری سے دیکھا۔

''جہانگیر تم اپنے بارے میں اتنے خوش فہم کیوں ہو؟'' اکنامکس ڈیپارٹمنٹ کے جہانگیر کو اس پل دیکھ کر نجانے کیوں وہ انتہائی بدمزہ ہو گئی ورنہ آج کل ان دنوں کے درمیان بہت اچھی دوستی چل رہی تھی جس کے چرچے کافی دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ نوفل کی یہاں موجودگی اسے اندر سے نجانے کیوں بے تحاشا ڈسٹرب کر گئی تھی مگر وہ یہ بات ماننا نہیں چاہ رہی تھی کہ نوفل نے اسے ازحد پریشان کردیا تھا۔

''اپنی پرابلم ہنی! تم کچھ اپ سیٹ لگ رہی ہو؟'' جہانگیر

کے اس جملے نے نجانے کیوں اسے مشتعل سا کردیا۔
”میں کیوں اپ سیٹ ہونے لگی‘ تم جانتے نہیں ہو مجھے۔ آئی ایم شہزین رضا! اس شہر کے کامیاب بزنس مین رضا احمد خان کی بیٹی۔ جس کے دو گھڑی ساتھ کے لیے تم جیسے کتنے اور مرے جاتے ہیں سمجھے۔“ نجانے کیا اول فول بول کر شہزین وہاں سے چلی گئی جب کہ جہانگیر ہکا بکا وہیں کھڑا اس کی کیفیت پر غور کرتا رہ گیا۔

❁ ❁ ❁
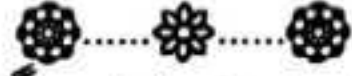
گھر آ کر شہزین اور زیادہ ڈسٹرب ہوگئی اپنے کمرے کی تمام چیزیں الٹ پلٹ کر ڈالیں۔
”کیا سمجھتا ہے وہ خود کو‘ نوفل حسن مجھے ہرا دے گا نہیں...... ہرگز نہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوگا‘ میں اسے ایسا مزہ چکھاؤں گی کہ ساری زندگی یاد کرے گا۔“ شہزین ایک ہفتے سے یونیورسٹی نہیں گئی تھی وہ اپنے بھائی کے بیٹے کی ولادت کی وجہ سے اسلام آباد چلی گئی تھی جو اپنی جاب کی وجہ سے اپنی بیوی کے ہمراہ وہاں سیٹل تھا اسے اپنے والد کے بزنس سے کوئی لگاؤ نہیں تھا لہٰذا سی ایس ایس کا امتحان پاس کرکے وہ کسٹم افسر کے طور پر اسلام آباد میں اپنے فرائض انجام دے رہا تھا۔ ہادیہ نے فون پر اس سے کسی نئے سر کی آمد کا تذکرہ کیا تھا مگر اس نے دھیان سے سنا بھی نہیں تھا جو سر عنایت اللہ کی جگہ آئے تھے۔
سر عنایت اللہ اپنی ناسازی طبع کی بناء پر پڑھانے سے قاصر تھے لہٰذا ان کی جگہ نوفل حسن کو تعینات کیا گیا تھا آج شہزین نے جب نوفل حسن کو اپنے سر کے روپ میں دیکھا تو وہ بھونچکا سی رہ گئی۔ وہ گزری باتیں یاد نہیں کرنا چاہتی تھی مگر خیالات پر بھی کسی کا زور چلا ہے وہ کب کسی کی مانتے یا سنتے ہیں۔ نوفل حسن کا خیال بار بار اس کے دماغ میں سما کر اسے پریشان کررہا تھا۔ بھولی بسری یادیں اس پل ایک قہقہہ لگا کر چھپاک سے کسی آسیب کی طرح اس کے آگے پیچھے ناچنے لگی تھیں۔ شہزین تھک کر کاؤچ پر ڈھے گئی یادوں کے سامنے اس نے گھٹنے ٹیک دیئے تھے۔ اس کا ذہن چار سال پیچھے چلا گیا جب اس نے انٹر بہت اچھے نمبروں سے پاس کیا تھا اور بڑے جوش و اشتیاق سے وہ اپنی خالہ کے گھر لاہور ان کی بیٹی لیلیٰ کی شادی میں آئی تھی۔
شہزین کی خوب صورتی و ذہانت پورے خاندان میں مشہور تھی اور اسے اپنی ان خوبیوں کا احساس بھی بخوبی تھا پھر رہی سہی کسر اس کے والد رضا احمد خان نے پوری کردی تھی اسے خود پسند اور خود سر بنانے میں ان کا بھی بڑا ہاتھ تھا۔ شہزین ہمیشہ ہی صنف مخالف کے لیے کافی توجہ کا مرکز بنی رہی تھی‘ لڑکے اس سے دوستی کرنے کے خواہاں رہتے تھے اور شہزین ان لوگوں کو تڑپتے اور اپنے پیچھے آہیں بھرتے دیکھ کر فخر و انبساط میں مبتلا ہوجاتی تھی۔ لیلیٰ کی شادی میں بہت سے ایسے لڑکے تھے جو شہزین کے گرد پروانے کی مانند منڈلا رہے تھے مگر نوفل حسن ان سب سے الگ منفرد اور خاص تھا وہ شہزین کے پیچھے آنا تو دور اس پر ایک نگاہ بھی نہیں ڈال رہا تھا اور یہی بات شہزین کی نسوانیت پر کوڑا بن کر لگ رہی تھی۔ نوفل حسن کی بے نیازی اس کا مغرورانہ انداز شہزین کو بہت زیادہ کھل رہا تھا جب کہ عاتکہ کے رویے نے اسے اور بھی مشتعل کردیا تھا۔ عاتکہ اس کی ماموں زاد تھی ان دونوں میں کبھی نہیں بنی تھی‘ عاتکہ بھی شہزین کی طرح خوب صورت و دلکش تھی۔ دونوں میں ہمیشہ ہی مقابلہ کی فضا قائم رہتی تھی‘ نوفل حسن نے دو تین بار عاتکہ سے بات چیت کیا کرلی عاتکہ نے شہزین پر یوں ظاہر کیا جیسے اس نے نوفل حسن کو جیت ہی لیا ہو۔ نوفل حسن جو لیلیٰ کے ہونے والے شوہر کا بہت قریبی دوست تھا جس کا تعلق گاؤں سے تھا وہ عاتکہ اور شہزین کے درمیان ایک چیلنج بن گیا تھا اور اس چیلنج کو شہزین نے جیت لیا تھا۔ شہزین نے اپنی معصوم اداؤں کا جال نوفل حسن پر پھینکا جس میں وہ پھنس گیا۔
لیلیٰ اور عاشر (نوفل کے دوست) کی شادی کی تقریب اختتام پذیر ہوگئی مگر شہزین اور نوفل کی پریم کہانی شروع ہوگئی۔ شہزین صرف نوفل کی خاطر لاہور میں دو ماہ رہی‘ بہرحال ایک نہ ایک دن اسے کراچی تو جانا ہی تھا لہٰذا جانے سے ایک دن پہلے عاشر اور لیلیٰ نے اپنی تمام کزنز کو ڈنر پر انوائٹ کیا تھا‘ شالیمار باغ کی سیر کرنے کے بعد ان سب کا پروگرام فائیو اسٹار ہوٹل میں ڈنر کرنے کا تھا جبکہ شالیمار باغ کے ایک جانب چہل قدمی کرتے ہوئے نوفل حسن نے اسے پرپوز کر ڈالا تھا۔
”مم...... مگر نوفل! اتنی جلدی شادی میں کیسے کرسکتی ہوں اور ویسے بھی میرے گھر والے بھی بالکل راضی نہیں ہوں گے۔ مجھے اپنی تعلیم مکمل کرنی ہے۔“ شہزین اپنی انگلیاں مروڑتے ہوئے بولی‘ نجانے کیوں اس پل ہمت ہی نہیں ہوئی

کہ وہ نوفل حسن کی بات پر قہقہہ لگا کر کہے کہ ”تم پاگل تو نہیں ہوگئے نوفل! محض چار دن کے ساتھ کو تم محبت سمجھ بیٹھے ہاں...... کہاں تم اور کہاں میں......!“ شہزین کی بات پر نوفل حسن قہقہہ لگا کر ہنس پڑا شہزین کہیں گم سی ہونے لگی۔

”میں یہ کب کہہ رہا ہوں کہ ہم ابھی شادی کرلیں گے بس میری اماں تمہاری انگلی میں میرے نام کی انگوٹھی پہنا دیں گی اور بس۔“ اچانک تالیوں کی آواز پر دونوں نے بے ساختہ پیچھے مڑ کر دیکھا تو عاتکہ کھڑے مسکراتے ہوئے تالیاں بجا رہی تھی۔

”مبارک ہو شہزین! تم تو واقعی جیت گئیں اور میں ہار گئی‘ مان گئی میں ڈیئر کزن! تم مجھ سے زیادہ ذہین ہو۔“ عاتکہ خوش گواری سے بولتے ہوئے ان کے قریب آ کر رکی تو نوفل نے انتہائی نا سمجھنے والے انداز سے عاتکہ کو دیکھا کہ اس پل شہزین کی کیفیت بے پناہ عجیب سی ہوگئی۔

”یہ چیلنج میں ہار گئی اور اپنی ہار میں نے کھلے دل سے تسلیم کی۔“ عاتکہ سر تسلیم خم کرتے ہوئے بولی اور نوفل کے استفسار پر اسے سب کچھ بتاتی چلی گئی مارے ندامت اور شرمندگی کے شہزین اپنا سر جھکاتی چلی گئی۔ نوفل ششدر سا عاتکہ کی زبانی اپنے بے وقوف بننے کی واردات سن رہا تھا جب عاتکہ خاموش ہوئی تو نوفل بے ساختہ ہنسنے لگا اور پھر ہنستا ہی چلا گیا۔ شہزین نے انتہائی حیرت سے اسے ہنستے ہوئے دیکھا‘ عاتکہ بھی متعجب سی ہوگئی۔ ہنستے ہنستے اس کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔

”اوہ مائی گاڈ...... مجھے یقین نہیں آ رہا۔“ بمشکل اس نے اپنی ہنسی کو کنٹرول کیا۔ ”اس کا مطلب ہے ہم دونوں ہی ایک دوسرے کو الو بنانے کی کوشش کررہے تھے۔“

”کیا مطلب؟“ بے اختیار شہزین و عاتکہ بیک وقت بولیں۔

”مطلب یہ گائز کہ میں شہزین کو بے وقوف بنا رہا تھا جس طرح وہ مجھے بنانے کی کوشش کررہی تھی۔“ نوفل حسن کے منہ سے نکلے لفظ شہزین کو آسمان سے منہ کے بل زمین پر گرا گئے تھے مگر اس پل جوش سے نہیں ہوش سے کام لینے کا وقت تھا۔

”اونہہ شٹ اپ نوفل! تم مجھے کیا بے وقوف بنا رہے تھے‘ دھوکہ تو میں تمہیں دے رہی تھی۔ میں شہزین رضا ہوں‘ ایک زمانہ میرا دیوانہ ہے۔ تم جیسے چھوٹی اوقات کے لڑکوں سے تو میں بات بھی کرنا پسند نہ کروں وہ تو میرے اور عاتکہ کے درمیان تمہیں لے کر چیلنج ہوگیا تھا۔“ شہزین نخوت سے اپنی ناک سکیڑ کر بولی تو نوفل ہنستے ہوئے بولا۔

”اور تم کیا سمجھی تھیں کہ زمانے کو دیوانہ بنانے والی لڑکی میری بیوی بنے گی؟ نو وے شہزین رضا! تم جیسی شو پیس کی مانند لڑکیوں سے دوستی تو کی جاسکتی ہے مگر انہیں اپنے گھر کی زینت قطعاً نہیں بنایا جاسکتا بھلا مصنوعی پھول بھی خوش بو دے سکتا ہے۔“ نوفل بھی انتہائی حقارت آمیز لہجے میں گویا ہوا تھا۔

”وہ یو ایڈیٹ...... گیٹ لاسٹ فراہم ہیئر......“ شہزین غصے وصدمے سے بے حال ہوکر بولی۔

”ایم سوری شہزین! تمہاری جیت تو مشکوک ہوگئی۔“ عاتکہ مزے لیتے انداز میں بولی تو شہزین تلملا کر وہاں سے چلی گئی۔ عاتکہ بھی اس کے پیچھے ہولی جب کہ نوفل نے اپنے ہاتھ میں موجود چھوٹے سے کانچ کے دل نما ڈیکوریشن پیس کو جو ابھی کچھ دیر پہلے شہزین نے اسے گفٹ کیا تھا اسے اتنی زور سے بھینچا کہ ٹوٹ کر اس کی کرچیاں نوفل کے ہاتھ میں پیوست ہوگئیں وہ ہونٹوں کو سختی سے بھینچ کر وہاں سے پلٹ گیا۔

❀......❀......❀

اس واقعہ کو چار سال کا عرصہ بیت گیا تھا نوفل حسن ایک یاد بن کر رہ گیا تھا ایسی یاد جو ہمہ وقت اسے ستاتی تھی اسے جلاتی تھی‘ اسے رلاتی تھی۔ یہ سچ تھا کہ محض عاتکہ کو نیچا دکھانے کی غرض سے وہ نوفل کی جانب بڑھی تھی پھر اسے نوفل کے بے نیاز انداز نے بھی کافی متوجہ کیا تھا‘ اپنا نظر انداز کیے جانا اسے ہرگز اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ وہ نوفل کا زعم توڑنے کی غرض سے اس کے قریب آئی تھی مگر جب اس نے نوفل کو جانا تو وہ اسے بے حد شفاف دل اور ذہن شخص محسوس ہوا۔ ایک ایسا انسان جس کا دل شیشے کی طرح صاف تھا جس کی شخصیت بالکل سادہ اور معصوم تھی‘ وہ اپنے اندر کی بدلتی کیفیت سے پریشان تھی جسے فی الحال وہ سمجھنے سے قاصر تھی مگر جب عاتکہ کی سچائی بتانے پر نوفل نے اپنا اتنا سفاک اور بھیانک روپ اسے دکھایا تھا وہ اس کی ذات کی ہستی کو کچل گیا تھا اس کے دل کو بڑی بے دردی سے توڑ گیا تھا پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس پر یہ راز منکشف ہوتا گیا کہ وہ نوفل حسن سے محض چاہت و عشق کا جو ڈرامہ کررہی تھی در حقیقت وہ ڈرامہ نہیں بلکہ سچ میں اس سے محبت کرنے لگی تھی۔

نوفل حسن کے وہ الفاظ اسے آج بھی آری کی طرح کاٹ کر رکھ دیتے تھے وہ جس لڑکے سے دوستی کرتی تھی بے اختیار لاشعوری طور پر نوفل کی اس میں شبیہہ تلاش کرنے لگتی تھی مگر ہر بار اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا تھا اور آج...... آج وہ ستم گر پورے طمطراق سے اس کے سامنے آ گیا تھا۔ وہ تو پہلے سے بھی زیادہ گریس فل اور ڈیسنٹ لگ رہا تھا۔

''کیوں نوفل...... کیوں آ گئے تم ایک بار پھر مجھے میری ہی نظروں سے گرانے کے لیے یا پھر مجھے کوئی نیا زخم لگانے کے لیے۔'' بے اختیار خود سے بول کر وہ پوری شدت سے رو دی۔

❁......❁......❁
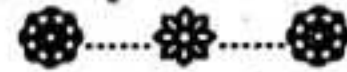
''میں نے پوری معلومات کرلی ہے' سر نوفل لاہور کے رہنے والے ہیں' ویسے تو وہ کسی گاؤں سے تعلق رکھتے ہیں مگر اب اپنی والدہ اور چھوٹی بہن کے ساتھ لاہور میں رہتے ہیں اور یہاں لاہور کی یونیورسٹی سے ٹرانسفر ہوکر آئے ہیں۔''

شہرین کیمپس کے لان میں بیٹھی نوٹ بک پر لیکچر اتار رہی تھی جب ہی ہادیہ دھپ سے اس کی قریب بیٹھتے ہوئے بولی مگر شہرین ہنوز اپنے کام میں مصروف رہی ہفتہ بھر غیر حاضر رہ کر اس کا کافی نقصان ہوگیا تھا جب ہی وہ ہادیہ سے مختلف لیکچرز لے کر اسے نقل کر رہی تھی حالانکہ ہادیہ نے اسے فوٹو اسٹیٹ کروانے کا مشورہ دیا تھا مگر بقول شہرین کے کہ اس طرح سارا لیکچر اس کی سمجھ میں آنے کے ساتھ ساتھ ذہن نشین بھی اچھی طرح سے ہو جاتا ہے۔

''ویسے یہ اپنی آفرین' سر نوفل کے لیے آج کل ٹھنڈی آہیں بھرتی نظر آ رہی ہے اور وہ انگلش ڈیپارٹمنٹ کی امبر وہ تو نوفل سر کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ہر وقت ہمارے ڈیپارٹمنٹ میں چک پھیریاں لگا رہی ہوتی ہے۔'' ہادیہ اس کی معلومات میں اضافہ کرتے ہوئے بولی تو شہرین اپنے مخصوص انداز میں کندھے اچکا کر بولی۔

''ان لڑکیوں کو تو بہانہ چاہیے اس طرح کی فضول ایکٹی ویٹیز کا۔''

''خیر نوفل سر چیز ہی ایسی ہیں کہ نا چاہتے ہوئے بھی لڑکیاں ان کے لیے مرنے مارنے کو تیار ہو جائیں' پتا ہے آفرین اور روبین کے درمیان تو شرط لگ گئی کہ کون نوفل سر کو اپنے دام الفت میں پھنساتا ہے۔'' ہادیہ کے جملوں نے یک لخت شہرین کے اندر اتھل پتھل سی مچادی' بہت سی تکلیف دہ اور اذیت انگیز باتیں اس کے ذہن میں آتی چلی گئیں۔ ہادیہ نجانے اور کیا کیا بول رہی تھی مگر شہرین کے اندر بڑھتا ہوا شور اس کے دماغ کو ماؤف کیے دے رہا تھا۔

''ٹھیک ہے شہرین! تمہیں اپنے حسن اور ذہانت میں جب اتنا ہی گھمنڈ ہے تو نوفل حسن کو جھکا کر دکھاؤ تب میں مانوں۔''

''اوہ کم آن عاتکہ! یہ اتنی بڑی ڈیل نہیں ہے نوفل حسن صرف میری توجہ حاصل کرنے کے لیے بے نیازی دکھا رہا ہے ورنہ شہرین رضا کو آج تک کوئی نظر انداز نہیں کرسکا۔''

''تو پھر چیلنج تم نوفل کو اپنا دیوانہ بنا کر دکھاؤ۔'' عاتکہ کی آواز کی بازگشت ماضی کے کنوئیں سے ابھری تھی اور اس کی سماعت میں گونجتی چلی گئی تھی۔

''نہیں مجھے تمہارا چیلنج ہرگز قبول نہیں ہے عاتکہ۔'' اچانک شہرین وحشت زدہ لہجے میں گھٹے گھٹے انداز میں چلا کر بولی تو ہادیہ نے اچھل کر حیرت و پریشانی سے اسے دیکھا اس پل شہرین کے چہرے پر اس قدر وحشت تھی کہ ہادیہ بُری طرح گھبرا گئی۔

''تم ٹھیک ہو شہرین! کون سا چیلنج اور یہ عاتکہ کون ہے؟'' ہادیہ کی متفکرانہ آواز پر وہ چونکی پھر چند ثانیے ہادیہ کو خالی خالی نگاہوں سے وہ گھورتی رہ گئی۔

''شہرین کیا ہوا تم ٹھیک تو ہونا۔'' ہادیہ اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بولی تو شہرین نے ایک گہری سانس کھینچی پھر خود کو ریلیکس کرنے کے انداز میں آنکھیں موند کر چند ثانیے بعد کھولیں۔

''میں بالکل ٹھیک ہوں اور پلیز اب کینٹین چلو' مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔'' وہ ہادیہ کو کچھ کہنے کا موقع دیے بنا جلدی جلدی اپنی چیزیں سمیٹ کر بولی تھی جب کہ ہادیہ محض اسے دیکھتی رہ گئی۔

❁......❁......❁

وہ جہانگیر کی برتھ ڈے پارٹی سے گھر واپس آئی تو اس کے والد رضا احمد نے اسے اپنے کمرے میں بلالیا۔

''شہرین تمہارے ماسٹرز کا یہ فائنل ائر ہے بیٹا' میں چاہتا ہوں کہ تمہاری شادی کردوں۔ تمہاری ماں تم تینوں کی ذمہ داری مجھ پر سونپ کر گئی تھی' تمہارا بڑا بھائی ارتضی تو اسلام آباد میں سیٹل ہوگیا ہے جبکہ مرتضی نے لندن میں ہی شادی کر کے

گھر بسالیا۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارا مستقبل بھی کسی ذمہ دار اور محفوظ ہاتھوں میں سونپ دوں۔'' شہزرین کی والدہ دس سال پہلے جگر کے عارضے میں مبتلا ہوکر داغ مفارقت دے گئی تھیں۔ ماں کی تربیت کی کمی اور ان کی ممتا کی محرومی نے شہزرین کی شخصیت میں کافی جھول پیدا کردیے تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ ایک ماں اپنی اولاد کو زمانے کے چال چلن اور اونچ نیچ کی بابت جو تربیت دیتی ہے وہ ایک باپ دینے سے قاصر رہتا ہے خصوصاً بیٹیاں ماں سے زیادہ قریب ہوتی ہیں۔ کچی عمر کی نادانیوں اور کم سن ذہن کی ناپختگیوں نے اس کے قدموں کو ڈگمگا سا دیا تھا صنف مخالف سے دوستی ان کے ساتھ گھومنے پھرنے وقت گزارنے کو وہ غلط نہیں سمجھتی تھی جب کہ رضا احمد نے بھی اس پر کوئی پابندی نہیں لگائی تھی وہ خود کو لبرل مائنڈڈ کہلوانا پسند کرتے تھے اور اسی بدولت انہوں نے تینوں بچوں کو آزادی دے رکھی تھی پھر اس کی اسکولنگ بھی وہاں سے ہوئی تھی جہاں لڑکے لڑکی کی دوستی انتہائی عام بات تھی مگر پھر بھی شہزرین نے کبھی بھی اپنی حدود کراس کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اس نے کسی بھی لڑکے سے پیار ومحبت کا کھیل نہیں کھیلا تھا سوائے نوفل حسن کے کسی سے بھی محبت ورومانوی باتیں نہیں کی تھیں اگر کوئی دوست دوستی کے رشتے سے نکل کر دوسرا رشتہ بنانے کی کوشش کرتا تو وہ اس سے فوراً معذرت کرکے سائیڈ پر ہوجاتی تھی یونیورسٹی میں جہانگیر اور شہزرین کے متعلق جو الٹی سیدھی خبریں تھیں وہ جہانگیر نے ہی پھیلائی ہوئی تھیں جب کہ شہزرین کو لوگوں کی مطلق پروا نہیں تھی۔

''ڈیڈی میں فی الحال شادی کرنے کے موڈ میں نہیں۔'' شہزرین کے منہ بنا کر بولنے پر رضا احمد بے اختیار ہنس دیے۔

''اچھا تو پھر ہماری پرنس کا موڈ کب بنے گا؟'' وہ اس کے بال بگاڑتے ہوئے بولے۔

''جب موڈ بن جائے گا تب میں آپ کو بتادوں گی تب آپ اپنا موڈ مت بنالیجیے گا۔'' شہزرین مسکراتے ہوئے بولی۔

ایک دو دفعہ جب احمد رضا کے دوستوں نے انہیں شادی کا مشورہ دیا تھا تو شہزرین بہت پریشان ہوئی تھی مگر انہوں نے اسے یقین دہانی کروائی تھی کہ وہ کبھی بھی دوسری شادی نہیں کریں گے۔

''اوہ یو نوٹی گرل! ایسی کوئی بات نہیں ہے اوکے۔''

''مجھے معلوم ہے ڈیڈی!'' شہزرین تیقن آمیز لہجے میں بولی۔

❁......❁......❁
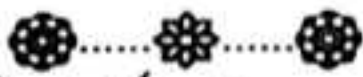
کلاس روم میں اس وقت بالکل خاموشی تھی صرف نوفل حسن کی دلکش آواز گونج رہی تھی' وہ انتہائی انہماک سے لیکچر دینے میں مصروف تھا' تمام اسٹوڈنٹس بہت غور سے اس کا لیکچر سن رہے تھے جبکہ شہزرین کا ذہن بار بار بھٹک رہا تھا وہ ہر تھوڑی دیر بعد اپنے ذہن کو جھٹک کر نوفل حسن کے لیکچر کی جانب اپنا دھیان لگانے کی کوشش کررہی تھی کہ معاً زور وشور سے اس کے سیل فون کی بیل گونج اٹھی۔ نوفل حسن نے انتہائی ناگواری سے شہزرین کی جانب دیکھا جو اس پل بدحواسی میں اپنا بیگ الٹ پلٹ کررہی تھی جب کہ پوری کلاس ہونٹوں میں دبی دبی ہنسی لیے اسے کافی دلچسپی سے دیکھ رہی تھی جب کہ پیچھے بیٹھے اسٹوڈنٹس بھی آگے بیٹھی شہزرین کو دیکھنے کے چکر میں پہلو بدل کر اچک کر دیکھنے کی کوشش کررہے تھے جونہی شہزرین نے اپنے سیل فون کی آواز کا گلا گھونٹا نوفل حسن زور سے گرجا۔

''مس شہزرین! آپ کو کلاس روم میں بیٹھنے کے مینرز نہیں آتے' آپ نے اپنا سیل سائلنٹ پر کیوں نہیں رکھا' مجھے دیجیے فون۔'' نوفل کے کہنے پر شہزرین خاموشی سے اٹھی اور ڈائس پر جاکر موبائل فون رکھ کر اپنی جگہ پر آگئی اپنی توہین وہتک کے احساس سے اس کی آنکھوں میں پانی سا بھر آیا اس پل اس کا دل چاہا کہ سامنے رکھی موٹی سی کتاب اس کے سر پر دے مارے اور اچھی طرح اس کی طبیعت صاف کردے جیسے تیسے اس نے کلاس میں وقت گزارا اور نوفل کے جاتے ہی وہ انتہائی طیش کے عالم میں کلاس سے نکلی ہی تھی کہ اسی پل نوفل بھی پوری اسپیڈ سے اندر داخل ہوا' تصادم شدید تھا شہزرین کا سر پوری قوت سے نوفل کے کشادہ سینے سے ٹکرایا بمشکل نوفل نے خود کو گرنے سے بچایا جب کہ اس کے وجود سے اٹھتی کلون اور پرفیوم کی خوش بو شہزرین کے دماغ میں سما گئی' نجانے کیوں وہ سرعت سے اپنا سر اس کی سینے سے اٹھا نہیں سکی۔ کسی نامانوس احساس نے اسے سن کردیا۔ نوفل نے انتہائی جارحانہ انداز میں اس کے بازوؤں کو تھام کر خود سے الگ کیا تو یک لخت وہ ہوش میں آئی۔

''مس شہزرین! آپ کو دکھائی کم دیتا ہے یا خود اپنی آنکھوں کا استعمال بہت کم کرتی ہیں آپ؟'' نوفل انتہائی ناگواری سے اسے ڈپٹ کر بولا۔ ایک لڑکے نے نوفل کے

ہاتھ سے گری کتاب اور حاضری رجسٹر اسے تھمایا تو وہ ”تھینک یو“ کہہ کر واپس ڈائس کی طرف آیا اور اپنے روم کی چابی جس کی وجہ سے وہ دوبارہ آیا تھا لے کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر چلا گیا جبکہ اس بار بھی شہرین پیر پٹخ کر خود بھی وہاں سے نکلی تو ہادیہ بھی اس کا سیل فون جو نوفل نے ڈائس پر ہی چھوڑ دیا تھا اسے اٹھا کر شہرین کے پیچھے بھاگی تھی۔

❀ ❀ ❀
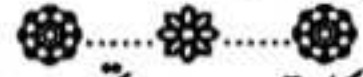
شہرین پر آج کل قنوطیت سوار تھی اس کا دل کسی بھی کام میں نہیں لگ رہا تھا' ایک عجیب سی اداسی و یاسیت اس کے رگ و پے میں سما گئی تھی۔ دو دن سے وہ کیمپس بھی نہیں جا رہی تھی ہادیہ کا بھی کئی بار فون آیا مگر مختصر بات کر کے وہ اسے بھی نظر انداز کر رہی تھی۔ وہ لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی کے چینل سرچ کر رہی تھی کہ اسی پل جہانگیر کی کال اس کے سیل پر آئی۔ پہلے تو شہرین نے سوچا کہ وہ کال نہ اٹینڈ کرے پھر اس خیال سے کہ جہانگیر فون کر کر کے اسے زچ کر دے گا یہ سوچ کر یس کا بٹن دبا دیا۔

”شہرین کیا ہے یار تم تو مجھے بہت بور کر رہی ہو' دو دن سے کیمپس نہیں آ رہیں نہ تمہارا کوئی میسج آتا ہے اور نہ کوئی فون کال...... کیا مسئلہ ہے ڈیئر!“ جہانگیر کی جھنجلائی ہوئی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تو وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولی۔

”میں تھوڑی بزی تھی' تم سناؤ اور کیا چل رہا ہے؟“

”کچھ خاص تو نہیں مگر آج شام میں تمہیں پک کرنے آ رہا ہوں' تیار رہنا' اوکے۔“ وہ قطعیت بھرے لہجے میں بولا۔

”نہیں جہانگیر! میرا کہیں بھی جانے کا موڈ نہیں ہے۔“ شہرین بےزاری سے گویا ہوئی مگر جہانگیر نے اس کی رتی برابر بھی پروا نہیں کی۔

”تمہارے موڈ کی ایسی کی تیسی' میں تمہیں سات بجے پک کرنے آ رہا ہوں' بائے۔“ جہانگیر اسے کچھ بھی بولنے کا موقع دیئے بنا فون بند کر گیا تو وہ محض بےبسی سے سیل فون کو دیکھتی رہ گئی۔

❀ ❀ ❀

”تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے چھونے کی' میں تمہیں کیا سمجھی تھی اور تم کیا نکلے۔ ہٹو میرے راستے سے اور آئندہ اپنی منحوس صورت مجھے کبھی مت دکھانا۔“ شہرین غصے میں پھنکارتے ہوئے بولی وہ اپنے خیالوں میں گم جہانگیر کے ہمراہ کافی دور نکل آئی تھی۔ مغرب کی اذان بھی ہو چکی تھی جس جگہ وہ کھڑے تھے وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔

”تم' تو ایسے مجھ پر بگڑ رہی ہو جیسے مجھ سے پہلے تمہیں کسی نے چھوا ہی نہیں ہے' اوہ کم آن ہنی! یہ شرافت کا ڈرامہ بند کرو اور میرے سنگ اس وقت کو خوب صورت بنا دو۔“

”شٹ اپ...... تم نے مجھے سمجھا کیا ہے؟“

”کیا...... کیا سمجھوں تمہیں ہنی! تم جیسی لڑکیاں ہم جیسے لڑکوں کے دل بہلانے کا کھلونا ہوتی ہیں سمجھیں۔“ جہانگیر کے لفظوں نے اس کو چند ثانیے کے لیے پتھر بنا دیا تھا پھر اسے اپنی جانب بڑھتا دیکھ کر وہ غصے و حقارت سے بل کھا کر پیچھے ہٹتے ہوئے بولی تھی۔

”میرے قریب مت آنا' ذلیل انسان ورنہ میں شور مچاؤں گی۔“ جہانگیر پر شہرین کی بات کا رتی برابر بھی اثر نہیں ہوا وہ مزید کوئی پیش قدمی کرتا کہ اسی دم ایک فیملی ہاں چلی آئی' شہرین نے جیسے کب کی رکی سانس بحال کی پھر یک دم بے تحاشا سمندر اس کی آنکھوں میں آ سمایا۔ اس کا دل چاہا کہ وہ چیخ چیخ کر روئے مگر اس نے بمشکل خود کو سنبھالا اور ٹیکسی لینے کے خیال سے وہاں سے ڈگمگاتے قدموں سے چلی آئی۔ واقعی زمانہ سب سے بڑا استاد ہوتا ہے جہانگیر کے اس طرز عمل نے اسے بہت کچھ سکھا...... سمجھا دیا تھا۔

❀ ❀ ❀

نوفل اپنی رائٹنگ ٹیبل پر بیٹھا لیکچر کی تیاری کر رہا تھا مگر بار بار اس کی ذہنی رو بھٹک رہی تھی۔ وہ پوری توجہ اپنے لیکچر کی تیاری میں لگانے کے جتن کر رہا تھا مگر ہر بار ناکام ہو جاتا۔ آخر کار تھک ہار کر اس نے پین نوٹ بک پر پٹخا اور اپنی پشت کرسی کی بیک سے لگالی۔ شہرین کا چہرہ ایک پل کے لیے بھی اس کے دھیان و گیان کے پردے سے نہیں ہٹا تھا' اسے وہ دن آج بھی پوری جزئیات سمیت یاد تھا جب عاتکہ نے آ کر شہرین کی سچائی اسے بتائی تھی اپنی محبت کی بے قدری اور تذلیل سے زیادہ اسے اپنی مردانگی پر لگی چوٹ نے بلبلا کر رکھ دیا تھا ان دونوں لڑکیوں کے سامنے اپنی ہتک و توہین کے خوف نے اسے وہ رویہ اپنانے پر مجبور کر دیا تھا جو اس کی سرشت میں شامل تھا۔ وہ صنف نازک کا بےحد احترام کرتا تھا کیوں کہ یہی صنف اس کی ماں اور بہن بھی تھی جب شہرین اس کی جانب بڑھی تو ابتداء میں اس نے کترانا چاہا مگر شہرین

کی معصومیت اور اداؤں کے آگے وہ سرنگوں ہوگیا مگر وہ یہ بات ہرگز نہیں جانتا تھا کہ بظاہر بھولے بھالے معصوم چہرے والی شہزین اندر سے کتنی چھل فریب رکھنے والی لڑکی ہے۔ جو خود پسند اور مغرور ہونے کے ساتھ ساتھ دوسروں کے جذبات سے کھیلنے اور دل توڑنے کی بھی خصلت رکھتی ہے۔

''شہزین میں نے تو تم سے تمام تر سچائی اور دل کی اتھاہ گہرائیوں کے ساتھ محبت کی تھی مگر تم نے......'' خود سے بولتے بولتے یک دم نوفل نے ایک اذیت ناک انداز میں آہ بھری۔

''تم نے محض مجھے اپنے سامنے جھکانے' نیچا دکھانے کی خاطر محبت کرنے کا ناٹک کیا حالانکہ میرا تو کوئی قصور بھی نہیں تھا' بے قصور بے خطا ہوتے ہوئے بھی تم نے مجھے وہ سزا دی ہے جو مجھے تاحیات جھلساتی رہے گی' مجھے تڑپاتی رہے گی۔ تم اچھی نہیں ہو شہزین! بالکل اچھی نہیں ہو' آئی ہیٹ یو جان نوفل...... آئی ہیٹ یو...... کیسے نفرت کروں تم سے شہزین کیسے......؟'' بے خودی کے عالم میں بولتے بولتے نوفل نے اپنا سر ٹیبل پر ٹکا دیا۔

❀......❀......❀

شہزین جیسے تیسے گھر پہنچی تھی آج جہانگیر نے اس کے پندار پہ بڑی کاری ضرب لگائی تھی' اسے نوفل حسن کے ادا کیے گئے تمام الفاظ بڑی شدت سے یاد آرہے تھے۔

''ت...... تم ٹھیک کہہ رہے تھے نوفل! میری جیسی لڑکیاں شوپیس ہی تو ہوتی ہیں جنہیں رک کر لوگ پسند کرتے ہیں' سراہتے ہیں ان سے دوستی تو کی جاسکتی ہے مگر اپنے گھر کی زینت نہیں بنایا جاسکتا۔ تم نے بھی تو میرے ساتھ ایسے ہی کیا ناں اور میں کتنی بے وقوف اور احمق تھی کہ خود کو ستا کھلونا بنا کر تم جیسے کمینوں کے سامنے پیش ہوتی رہی' آئی ہیٹ یو نوفل...... آئی جسٹ ہیٹ یو...... تم بہت بُرے ہو نوفل بہت بُرے......'' بولتے بولتے شہزین ہوش و خرد سے بے گانہ ہوگئی۔

❀......❀......❀
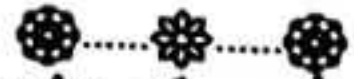
آج پورے پانچ دن ہوگئے تھے شہزین کلاس سے غیر حاضر تھی' بے ارادی طور پر نوفل حسن کی نگاہیں لیکچر دیتے ہوئے بار بار اسی بینچ کی جانب اٹھ رہی تھیں جو شہزین نے اپنے لیے مخصوص کرلی تھی جب کہ اس کی دوست ہادیہ بینچ کے دوسرے کونے پر بیٹھی پورے انہماک سے لیکچر کے پوائنٹس نوٹ بک میں اتار رہی تھی یک دم نوفل کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہوگیا اس کا دل چاہا کہ وہ ہادیہ سے پوچھے کہ شہزین کیوں یونیورسٹی نہیں آرہی' کلاس سے باہر نکل کر بھی اس نے یونہی نگاہیں دوڑائیں کہ کہیں وہ دکھائی دے جائے مگر وہ اسے کہیں بھی نظر نہیں آئی۔

''مجھے تکلیف دینے کا کوئی موقع تم کیوں گنواؤ گی شہزین!'' وہ دل ہی دل میں بولا پھر مضمحل قدموں سے اپنے روم کی جانب چلا آیا۔ وہ اپنی کرسی پر گاؤن اتار کر ابھی بیٹھا ہی تھا کہ آفرین ایک ادا سے اجازت طلب کرکے اندر چلی آئی۔

''سر مجھے آج آپ کے لیکچر کے کچھ پوائنٹس سمجھ میں نہیں آئے۔'' بلیک ٹائٹ جینز پر ریڈ کرتی پہنے گلے میں اسکارف ڈالے وہ خوشبوؤں میں بسی نوفل کے کہنے پر اس کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

''جی بتایئے کیا سمجھ میں نہیں آیا آپ کو؟'' نوفل گمبھیر سنجیدگی سے گویا ہوا تو آفرین اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بتانے لگی۔ نوفل اسے سمجھانے میں مگن تھا جب ہی اچانک آفرین بولی۔

''سر آپ نے کبھی محبت کی ہے؟'' آفرین کی بات پر نوفل نے انتہائی ناگواری سے اسے دیکھا۔ ''میرا مطلب کوئی آپ کو اچھا لگا' بہت اچھا...... بہت اپنا اپنا سا جسے دیکھ کر آپ کو اس سے چاہت کا احساس ہوا ہو۔''

''کیا بکواس ہے مس آفرین! یہ کس قسم کی چیپ باتیں کررہی ہیں آپ...... آپ ہوش میں تو ہیں؟''

''نہیں سر! میں سب بھلا چکی ہوں' اپنے ہوش و حواس اپنا چین و سکون جب سے آپ کو دیکھا میری نیند......''

''شٹ اپ اینڈ گیٹ لاسٹ اور آئندہ میرے کمرے میں آنے کی جرأت مت کرنا۔'' نوفل انتہائی طیش کے عالم میں اپنی مٹھیاں بھینچتے ہوئے کرسی سے کھڑا ہوکر بولا' آفرین بھی گھبرا کر کھڑی ہوگئی۔

''سر میں آپ سے......''

''آپ نے سنا نہیں آئی سیڈ گیٹ لاسٹ...... آپ خود جائیں گی یا پیون کو بلاؤں؟'' نوفل کا بس نہیں چل رہا تھا کہ آفرین کا چہرہ تھپڑوں سے سرخ کردے جب کہ دروازے پر کھڑی ہادیہ ہکا بکا سی اندر کا منظر دیکھتی رہ گئی۔ نوفل اپنی ڈائری ڈائس پر بھول آیا تھا' ہادیہ کی نگاہ پڑی تو سوچا کہ ڈائری نوفل کو

ان کے روم میں دے دی جائے وہ ان کے کمرے کی جانب آئی تو آفرین کی باتیں سن کر بے ساختہ وہیں جم گئی' نوفل کا غصہ دیکھ کر ہادیہ بُری طرح سہم گئی جب کہ آفرین بھی اندر ہی اندر بُری طرح خائف ہوگئی اس سے پہلے کہ آفرین باہر آتی ہادیہ سرعت سے وہاں سے رفو چکر ہوگئی تھی۔

❀......❀......❀
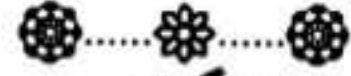
شہرین کا بخار اتر چکا تھا مگر نقاہت بے پناہ تھی' اس رات جب ملازمہ شہرین کو رات کے کھانے پر بلانے کی غرض سے اس کے کمرے میں آئی تو قالین پر اسے بے سدھ پڑا دیکھ کر بے تحاشا گھبرا گئی اس نے بھاگ کر رضا احمد کو اطلاع دی۔ وہ تقریباً دوڑتے ہوئے اس کے کمرے میں پہنچے اور ملازمہ کی مدد سے بے ہوش شہرین کو بستر پر لٹایا اور فوراً ڈاکٹر کو فون کیا جس نے گھر پر ہی ٹریٹمنٹ دے دی تھی۔ شہرین کو دو دن سے ہلکی ہلکی حرارت تھی مگر وہ خود ہی کوئی دوا لے رہی تھی جب کہ جہانگیر کی اس حرکت نے اسے سخت ذہنی دھچکا پہنچایا تھا۔ نوفل کے یہاں آجانے سے بھی وہ مسلسل ذہنی دباؤ کا شکار تھی' ان سب عوامل کا نتیجہ اس کی بے ہوشی اور بخار کی صورت میں نکلا تھا۔ ہادیہ اس سے ملنے اس کے گھر آئی تو شہرین یونہی گم صم سی بیٹھی رہی۔ کسی خوشی و ولولے کا اظہار نہیں کیا' ہادیہ کو شہرین کی یہ کیفیت پریشان کرگئی۔

''شہرین میری جان! یہ تم نے اپنی کیا حالت بنالی ہے' مجھے بتاؤ تمہیں کیا اسٹریس ہے' انکل بتا رہے تھے کہ ڈاکٹر کہہ رہا تھا کہ تم ذہنی دباؤ کا شکار ہو۔'' ہادیہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے انتہائی محبت سے اسے مخاطب کرکے بولی تو یک دم ٹپ ٹپ ڈھیروں آنسو اس کی آنکھوں سے بہتے چلے گئے۔ ہادیہ نے انہیں پونچھا نہیں بلکہ شہرین کا سر اپنے شانے سے ہولے سے ٹکالیا اور پھر جیسے سیلاب کا بندھ ہی ٹوٹ گیا۔ شہرین زار و قطار بلک بلک کر رودی' شہرین کو ہادیہ نے کھل کر رونے دیا تاکہ وہ اپنے اندر کی گھٹن جو نجانے کتنے دنوں سے اس کے اندر بھری اسے دیمک کی طرح کھوکھلا کررہی تھی' وہ آنسو کے سہارے باہر نکل آئے جب وہ بہت سارا رو چکی خود ہی خاموش ہوگئی۔

''ہوں' اب بتاؤ کیا بات ہے' ایسا کون سا مسئلہ ہے جسے لے کر تم اتنی اپ سیٹ اور ڈسٹرب ہو۔'' ہادیہ اسے بغور دیکھتے ہوئے بولی تو اسی پل شہرین نے اسے سب کچھ بتانے کا فیصلہ کرلیا' اسے کسی رازدار اور مخلص انسان کی ضرورت تھی جس کے آگے وہ اپنے دل کا حال کھل کر بیان کرسکے۔

''میں جس سے محبت کرتی ہوں اس کے ساتھ میں نے محبت کرنے کا ڈرامہ کیا اور اس نے بھی مجھ سے فریب کا کھیل کھیلا۔'' شہرین گردن جھکا کر کھوئے ہوئے لہجے میں بولی تو ہادیہ نا سمجھی والے انداز میں بولی۔

''کیا مطلب؟ جس سے تمہیں محبت ہے تم نے اس کے ساتھ محبت کا ڈرامہ کیا اور اس نے بھی تمہیں فریب دیا' بھئی شہرین میری تو کچھ بھی پلے نہیں پڑا' تم کھل کر بتاؤ۔'' شہرین نے ہادیہ کو لحظہ بھر دیکھا پھر دھیمے لہجے میں گویا ہوئی۔

''بس چار سال پہلے اپنی کزن لیلیٰ کی شادی میں لاہور گئی تو وہاں میری ملاقات ایک لڑکے سے ہوئی۔'' پھر وہ سب کچھ بتاتی چلی گئی' سب کچھ بتانے کے بعد وہ ایک تھکن زدہ سانس بھر کر خاموش ہوئی تو ہادیہ نے کچھ سوچتے ہوئے اس سے استفسار کیا۔

''اس لڑکے کا نام کیا تھا؟''

''نوفل حسن۔''

''کیا......؟'' شہرین کے منہ سے یہ نام سن کر اسے تو گویا ہزار والٹ کا کرنٹ ہی لگ گیا' وہ بے ساختہ اپنی جگہ سے اچھلی پھر انتہائی بے یقین نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتی ہوئی بولی۔

''تمہارا مطلب ہے سر نوفل......اپنے سر نوفل!''

''ہاں وہی......وہ ہی نوفل ہے جس سے میری ملاقات لاہور میں ہوئی تھی اور محض عاتکہ کو نیچا دکھانے اور اپنی ناک اونچی رکھنے کی خاطر میں نے نوفل کی توجہ اور محبت حاصل کرنے کا چیلنج عاتکہ سے کیا تھا اور یہی ٹاسک میں نے اسے بھی دیا تھا مگر ہادیہ......میں اتنی بُری طرح ہاری ہوں کہ یہ شکست کا احساس مجھے دن و رات کچوکے لگاتا ہے۔ میرے اندر اضطراب و بے قراری کا طوفان اٹھتا ہے کیونکہ میں سچ میں نوفل سے محبت کرنے لگی تھی اور اب بھی اسے بہت شدتوں سے چاہتی ہوں۔ میں اس سے نفرت کرنا چاہتی ہوں اپنے دل کے نہاں خانوں سے اس کی شبیہہ کو کھرچ کر پھینکنا چاہتی ہوں مگر میں ہر بار ہار جاتی ہوں' شکست کھا جاتی ہوں اس کی محبت کے آگے۔'' آخر میں وہ بے بسی و لاچاری والے انداز میں بولی تو ہادیہ کچھ سوچ کر اس کی جانب دیکھتے ہوئے

گویا ہوئی۔
"مگر شہرین مجھے نہیں لگتا کہ سر نوفل اس طرح کی نیچر کے مالک ہیں وہ تو بہت ڈیسنٹ اور باکردار انسان ہیں۔" پھر اس نے آفرین والا تمام قصہ من وعن سنایا تو شہرین چپ سی ہوگئی جبکہ ہادیہ ایک بار پھر گہری سوچ میں چلی گئی پھر انتہائی گہرائی سے بولی۔
"سر نوفل! نے اب تک شادی نہیں کی ہوسکتا ہے کہ جس طرح محبت ہوتے ہوئے تم نے ان سے جھوٹ بولا ہو اسی طرح انہوں نے بھی تم سے جھوٹ کہہ دیا ہو۔" ہادیہ کی بات پر شہرین نے تیزی سے سر اٹھا کر اسے انتہائی اچنبھے سے دیکھا پھر زور زور سے نفی میں سر ہلا کر وہ گویا ہوئی۔
"نہیں نہیں...... ایسا نہیں ہوسکتا' ناممکن! یہ بالکل نہیں ہوسکتا۔" شہرین کے انکار پر ہادیہ محض اسے دیکھتی رہ گئی۔

❁ ❁ ❁

شہرین کا بخار اب اتر چکا تھا مگر وہ خود کو کافی کمزور فیل کررہی تھی جس کی وجہ سے اس نے فی الحال کیمپس جانا شروع نہیں کیا تھا وہ سیٹنگ روم کے آرام دہ صوفے پر نیم دراز چینل سرچنگ میں مصروف تھی۔ شہرین اس وقت خود کو بہت تنہا محسوس کررہی تھی پاپا بھی آفس میں تھے اور اپنی بھابی سے بھی اس کے دوستانہ روابط قائم نہیں ہوسکے تھے۔ وہ شادی ہوکر جب آئی تب ہی سے فریال (بھابی) نے شہرین سے بہت ریزرو رویہ رکھا تھا پھر شہرین بھی فریال کا روکھا پھیکا مزاج دیکھ کر اس کے قریب نہیں آئی تھی جب کہ دونوں بھائی بھی اپنی اپنی زندگی میں مصروف ومگن تھے۔ اس پل اچانک شہرین کو اپنی ماں یاد آگئی بے ساختہ اس کی خوب صورت آنکھوں سے شفاف پانی بہنے لگا وہ تقریباً تیرہ چودہ سال کی ہوئی تھی جب اس کی والدہ اس دنیا فانی سے کوچ کرگئی تھیں جب کہ چار سال ان کی اذیت ناک بیماری میں کٹے تھے ماں کی آغوش اس کی حدت اس کی پیار بھری سرزنش ان سب سے وہ بہت پہلے محروم ہوچکی تھی اگر آج وہ زندہ ہوتیں تو ان تینوں بہن بھائیوں میں بھی اتفاق ویگانگت ہوتی اور شاید......! شہرین بھی اتنی خودسر اور نادان نہ ہوتی۔
لاتعداد ہی ومنتشر سوچوں میں گھری شہرین نجانے کتنے پل یونہی بیٹھی رہی کہ یک دم ڈور بیل کی آواز نے اسے حال کی دنیا میں لوٹایا بے ساختہ اس نے اپنی ہتھیلی سے آنکھوں اور گالوں میں موجود نمی کو صاف کیا کچھ ہی دیر میں ملازمہ کی معیت میں کسی خاتون کی آواز آئی۔
"اس وقت کون آسکتا ہے؟" شہرین فوراً آواز کو پہچان نہیں سکی وہ قدرے متعجب ہوکر خود سے بولی پھر جب تھوڑی ہی دیر میں لیلیٰ کو اپنے بیٹے کے ہمراہ سامنے پایا تو خوشی و حیرت سے اس کی چیخ ہی نکل گئی۔
"او مائی گاڈ...... لیلیٰ باجی آپ...... مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا' واٹ آ سرپرائز!" یہ کہہ کر شہرین لیلیٰ سے انتہائی جوش و خوشی۔ سے لپٹ گئی تو لیلیٰ بھی ہنس کر گویا ہوئی۔
"ہاں میں نے سوچا کہ تمہیں آج سرپرائز دوں' بے وفا لڑکی! اگر تمہیں باجی کی اتنی یاد آتی تو مجھ سے ملنے لاہور آجاتیں۔" لیلیٰ کے شکوے بھرے انداز پر شہرین مسکرا کر رہ گئی پھر لیلیٰ نے بتایا کہ اس کے شوہر کی کراچی میں کوئی خاص میٹنگ تھی وہ دو دن کے لیے یہاں آرہے تھے تو لیلیٰ نے بھی فوراً شہرین کے گھر جانے کا پروگرام بنا ڈالا تھا اس واقعہ کے بعد سے شہرین نے لاہور کا رخ بھی نہیں کیا تھا۔
دن کے کھانے سے فارغ ہوکر لیلیٰ اپنے بیٹے حمزہ کو سلا کر فارغ ہوئی تو دونوں آرام سے ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگیں۔ باتیں کرتے کرتے اچانک لیلیٰ کو کچھ یاد آیا تو اس نے فوراً شہرین سے استفسار کیا۔
"شہرین عاشر کا دوست نوفل یہاں ٹرانسفر ہوکر یونیورسٹی میں آیا ہے نا' تمہاری ملاقات ہوئی؟" شہرین پل بھر کو گڑبڑائی تھی مگر پھر سنبھل کر بے پروا انداز میں کندھے اچکا کر بولی۔
"جی لیلیٰ باجی وہ ہمارے ہی ڈیپارٹمنٹ میں ہیں۔"
"ہائے اللہ سچ یہ تو بہت اچھی بات ہے' بہت نائس اور اچھا لڑکا ہے نوفل! میں تو سوچ رہی تھی کہ اس کی شادی اپنی کزنز سے کراروں اور سچ پوچھو تو تم مجھے نوفل کے لیے پرفیکٹ دکھائی دیں مگر......" لیلیٰ کی بات پر شہرین کی دل کی دھڑکنیں بے ترتیب سی ہوگئیں جب کہ ذہن "مگر" لفظ پر اٹک سا گیا۔ شہرین نے استفہامیہ نظروں سے لیلیٰ کو دیکھا تو لیلیٰ گویا ہوئی۔
"مگر وہ کسی اور لڑکی میں انوالو ہے۔"
"کسی اور لڑکی میں انوالو ہے۔" شہرین کے منہ سے بے ساختہ پھسلا۔
"ہاں عاشر بتا رہے تھے کہ ہماری شادی میں ہی اسے وہ لڑکی وہاں ملی تھی مگر غالباً وہ لڑکی نوفل میں انٹرسٹڈ نہیں تھی میں تو

سوچتی ہوں کہ وہ لڑکی کتنی بدنصیب ہوگی جس نے نوفل جیسے ہیرے کو ٹھکرا دیا۔" وہ ہونقوں کی طرح لیلیٰ کو دیکھے گئی جس کے موبائل پر اس پل عاشر کی کال آگئی تھی جو شہرین کو شاکڈ کرکے خود عاشر سے باتوں میں مصروف تھی اس وقت شہرین کے اندر جیسے دھماکے سے ہورہے تھے۔

"یہ...... یہ کیسے ہوسکتا ہے نوفل نے تو مجھ سے خود کہا تھا کہ وہ بھی میری طرح مجھ سے محبت کا ڈرامہ کررہا تھا۔" وہ انتہائی متوحش سی ہوکر خود سے بولی۔

"یا اللہ یہ کیا چکر ہے لیلیٰ باجی کیا کہہ رہی تھیں کیا یہ سب سچ ہے...... کیا ہادیہ کی بات ٹھیک تھی کیا واقعی نوفل......" شہرین انتہائی الجھ کر خود سے سوال و جواب میں مصروف تھی جب ہی لیلیٰ فون بند کرکے اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"عاشر بتارہے تھے کہ ہماری کل شام کی فلائٹ ہے اب بتاؤ کیا پروگرام ہے۔" لیلیٰ کی بات پر شہرین نے انتہائی دقتوں سے خود کو سنبھالا اور بمشکل سر جھٹک کر ان کی جانب دیکھ کر مسکرا کر بولی۔

"آپ بتائیں پروگرام اگر کہیں چلنے کا موڈ ہو تو بتائیں۔" پھر کل شام تک وہ لیلیٰ کے ساتھ بے حد مصروف رہی۔ رات میں عاشر بھائی بھی آگئے تھے۔ شہرین کا وقت بہت اچھا گزرا جبکہ ذہن میں لیلیٰ کی بات کانٹے کی طرح چبھتی رہی۔ لیلیٰ اور عاشر کے جانے کے بعد جب اس نے انتہائی فرصت سے اس نہج پر سوچا تو یہ خیال ذہن میں در آتے ہی وہ مایوس سی ہوگئی۔

"ہوسکتا ہے کوئی اور بھی لڑکی ہو جو نوفل کو شادی میں ملی ہو مگر مجھے کوئی لڑکی اس کے آس پاس دکھائی تو نہیں دی۔ اُف میرے خدا...... مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔" وہ بے تحاشا تھک کر خود سے بولی اس کا ذہن واقعی کچھ سوچنے سمجھنے کو آمادہ نہیں تھا مگر وہ اپنے دل کو خوش فہمی میں بھی مبتلا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

❀......❀......❀
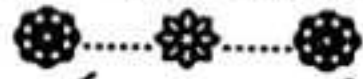
نوفل حسن کے کہنے پر ہادیہ انتہائی مودبانہ انداز سے اس کے مقابل کی کرسی پر بیٹھی تو نوفل حسن سہولت سے بولا۔

"فرمایئے مس ہادیہ! کیا پوچھنا ہے آپ کو؟" نوفل سمجھ رہا تھا کہ وہ لیکچر کی بابت کچھ معلوم کرنے آئی ہے کیوں کہ اکثر اسٹوڈنٹس بعد میں بھی اس سے آکر پوچھ لیتے تھے۔ ہادیہ اپنی سہیلی کی خاطر یہاں آتو گئی تھی مگر اب اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیسے بات کرے نوفل کی رعب دار پرسنلٹی اسے اندر سے خائف کیے دے رہی تھی جب کہ اس کا غصہ بھی وہ اچھی طرح دیکھ چکی تھی۔

"سر! میں لیکچر کے متعلق نہیں بلکہ شہرین رضا کے بارے میں آپ سے بات کرنے آئی ہوں۔" ہادیہ بمشکل تھوک نگلتے ہوئے قدرے جھجک کر بولی تو نوفل نے انتہائی چونک کر اسے دیکھا۔

"شہرین کے متعلق...... میرا مطلب ہے شہرین رضا کے بارے میں مجھ سے آپ کو کیا بات کرنی ہے؟" نوفل کے متعجب مگر نرم خو لہجے نے اس کا حوصلہ بڑھایا تو وہ قدرے ریلیکس ہوئی پھر سہولت سے بولی۔

"سر! میری شہرین سے دوستی زیادہ پرانی نہیں مگر میں نے اسے جتنا سمجھا جتنا جانا وہ مجھے خودسر ہونے کے ساتھ ساتھ کافی نادان اور معصوم لگی۔ مجھے اس کی شخصیت میں کچھ کمزوریاں بھی نظر آئیں مگر جب اسے قریب سے پرکھا تو معلوم ہوا کہ کم عمری میں ماں کا سایہ اٹھ جانے بھائیوں کی بے توجہی اور باپ کی بے جا آزادی نے اس کی شخصیت کو گدلا سا کردیا ہے۔ ایک لڑکی ہونے کے ناطے اس کے انداز و اطوار اور عادات میں جو خامیاں اور کمیاں ہیں وہ اپنی ماں اور اس کی تربیت کی محرومی کا نتیجہ ہیں۔ سر میں نے تو یہی اندازہ لگایا ورنہ وہ بہت اچھی اور معصوم لڑکی ہے۔" ہادیہ کی باتوں کو نوفل بہت غور سے سن رہا تھا وہ مزید گویا ہوئی۔ "سر! اپنی حماقت اور اپنی کم عمری کی نادانی میں اس نے آج سے چار سال پہلے اپنی کزن کے اکسانے پر ایک لڑکے سے محبت کا کھیل کھیلا تھا۔" اس بات پر نوفل اپنی جگہ پہلو بدل کر رہ گیا۔ "یہ حقیقت تھی کہ وہ محض ایک چیلنج جیتنے کی غرض سے اس کی جانب بڑھی تھی مگر پھر......" وہ تھوڑا رکی تو نوفل بُری طرح بے چینی میں مبتلا ہوگیا وہ بے ساختہ عجلت سے بولا۔

"مگر پھر کیا؟"

"مگر پھر اسے سچ مچ اس لڑکے سے محبت ہوگئی۔" نوفل حسن کو لگا کہ جو آگ پچھلے چار سالوں سے اس کی اطراف میں لگی ہوئی تھی وہ یک لخت چاند کی ٹھنڈی چاندنی میں بدل گئی ہو...... واقعی لفظوں میں بھی کتنی تاثیر ہوتی ہے یہ الفاظ ہی ہوتے ہیں جو ہمیں پاتال میں دھکیل دیتے ہیں اور یہ لفظ ہی ہوتے ہیں جو اچانک ہمیں آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیتے ہیں۔ نوفل کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا ہادیہ

کے لفظوں نے اسے ساتویں آسمان پر بٹھا دیا تھا وہ دم بخود سا ہادیہ کو دیکھتا رہا۔ ہادیہ اس کی کیفیت محسوس کر کے مسکرانے لگی تو نوفل خفیف سا ہوگیا۔

"جی سر! وہ پاگل لڑکی آپ سے بے حد محبت کرتی ہے' دن ورات آپ کی چاہت کی آگ میں جلتی رہتی ہے۔ اس واقعہ کے بعد سے وہ صرف اور صرف آپ کی محبت میں روز جیتی ہے اور روز مرتی ہے مگر آپ سے کچھ بھی کہنے کی ہمت نہیں رکھتی کیوں کہ وہ سمجھتی ہے کہ آپ بھی اس کے ساتھ......"

"وہ سب جھوٹ تھا مس ہادیہ! میرے ان لفظوں میں کوئی سچائی نہیں تھی' اپنی بے عزتی کے خوف سے میں نے بھی ڈرامہ کیا تھا۔" نوفل ہادیہ کی بات درمیان میں ہی اچک کر صفائی دینے کے انداز میں بولا تو ہادیہ بے اختیار ہنس دی۔

"مجھے معلوم تھا سر کہ آپ کی نیچر میں ایسی بات ہو ہی نہیں سکتی۔" ہادیہ کے تیقین آمیز لہجے پر نوفل نے اسے ممنون نگاہوں سے دیکھا۔

"ہادیہ آپ جیسی دوست واقعی بہت بڑی نعمت ہے۔ شہزین بہت خوش نصیب ہے جسے آپ جیسی مخلص اور سمجھ دار دوست ملی ہے۔" نوفل حسن تشکر آمیز لہجے میں بولا تو وہ محض مسکرا کر رہ گئی پھر معاً نوفل کو کوئی خیال آیا تو وہ ہادیہ سے گویا ہوا۔ "آپ اسے کچھ نہیں بتایئے گا میں خود اس سے بات کروں گا۔"

"ٹھیک ہے سر جیسے آپ کی مرضی۔" یہ کہہ کر ہادیہ وہاں سے اٹھ آئی جب کہ نوفل وہاں سرشار سا بیٹھا رہا۔

❁.....❁.....❁
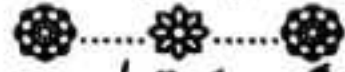
"مس شہزین! اگر آپ کو اتنی لمبی چھٹیاں کرنی تھیں تو کم از کم ایک درخواست ہی آپ یہاں پہنچا سکتی تھیں' یہ کیا طریقہ ہوا کہ بنا کوئی اطلاع دیئے آپ دس دن گھر پر بیٹھ گئیں۔ پڑھائی کو آپ لوگوں نے جیسے مذاق سمجھ رکھا ہے' مجھے ایسے غیر ذمہ دار اور لاپروا اسٹوڈنٹس بالکل پسند نہیں۔" نوفل حسن شہزین پر پوری طرح گرج برس رہا تھا' جب کہ تمام اسٹوڈنٹس تمسخرانہ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے اس تماشے کا لطف لے رہے تھے اور شہزین کا تو غصے سے بُرا حال تھا وہ بھی نوفل کو کوئی کرارا جواب دینے ہی والی تھی کہ ہادیہ نے تیزی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے زور سے دبا کر چپ رہنے کا اشارہ کیا تو وہ ایک جلتی نگاہ نوفل پر ڈال کر خون کے گھونٹ بھر کر رہ گئی جب کلاس آف ہوئی اور نوفل اپنے روم میں آیا تو تھوڑی ہی دیر میں وہ آندھی طوفان کی طرح اس کے کمرے میں پہنچی تھی۔

"آپ خود کو سمجھتے کیا ہیں وہاں کلاس روم میں اگر آپ کی ڈانٹ پر خاموش رہی تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ میں آپ سے ڈر گئی' یا پھر فضول سے رعب میں آگئی سمجھے آپ۔" شہزین کی لن ترانیوں کے جواب میں نوفل محض سینے پر ہاتھ باندھ کر بڑے ریلیکس انداز میں بیٹھا اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ کوئی بہت اچھی باتیں کر رہی ہو۔ شہزین پل بھر کو ٹپٹائی مگر پھر خود کو سنبھال کر دوبارہ اسٹارٹ ہوئی۔

"میں اچھی طرح جانتی ہوں آپ کا مقصد صرف مجھے نیچا دکھانا میری بے عزتی کرنا ہے مگر کان کھول کر سن لیں آپ...... اس مقصد میں آپ ہرگز کامیاب نہیں ہوں گے۔"

"شہزین اتنی بدگمانیاں اچھی نہیں ہوتیں تم تو پہلے ہی جذباتی اور بے وقوف سی...... خیر مس شہزین! میں آپ کا ٹیچر ہوں اور آپ کی غیر ذمہ داریوں پر آپ کو سرزنش کرنے کا پورا استحقاق رکھتا ہوں اور اپنے پیشہ وارانہ معاملات سے نجی معاملات کو دور رکھتا ہوں' اب آپ جاسکتی ہیں۔" نوفل جو پہلے اتنی حلاوت سے بولا تھا بعد میں انتہائی روڈ انداز اپناتے ہوئے اسے خجل کر گیا' شہزین نے الجھ کر اس کی جانب دیکھا جو اپنی ٹیبل کی دراز کھول رہا تھا پھر انتہائی ناگواری سے پلٹ کر کمرے سے باہر کا رخ کیا اس کے جاتے ہی نوفل گم صم سا ہوگیا تھوڑی ہی دیر میں ہادیہ اجازت لے کر اندر آئی تو نوفل نے اسے استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا۔

❁.....❁.....❁
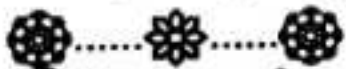
عید قرباں کی رونقیں عروج پر تھیں لوگوں کے گھر جانوروں کی آمد جاری تھی' شہزین کو اب پہلی بار عید قرباں کا اصل مفہوم معلوم ہوا تھا۔ یہ عید کا دن منانے کی اپنے رب سے اس کی رضا اس کی مرضی پر سر تسلیم خم کرنے کے عہد کو تجدید کرنے کا تھا' خدا پاک ذات کی راہ میں سب کچھ قربان کرنے کے عزم و وعدے کو تازہ کرنے کا دن تھا نا کہ صرف گوشت کے مزے مزے کے تکے بنا کر پارٹیاں کرنے کا شہزین اپنے رب کے حضور اپنی سابقہ کوتاہیوں اور بے وقوفیوں پر معافی مانگ چکی تھی اور بے شک وہ غفور و رحیم ہے جو بندے کے بڑے سے بڑے گناہ محض چند ندامت کے آنسو کے عوض معاف فرما دیتا ہے۔

موسم صبح سے خطرناک تیور دیکھا رہا تھا مگر وہ صرف نوفل حسن کی ڈانٹ کے خیال سے یونیورسٹی آ گئی تھی مگر یہاں آ کر پتا چلا کہ چند ایک اسٹوڈنٹس کے علاوہ پوری کلاس غیر حاضر تھی' بادیہ بھی غائب تھی۔ وہ آ کر شدید کوفت زدہ ہوئی' نوفل حسن نے بھی کم حاضری کی بناء پر کلاس نہیں لی۔ شہزین نے سوچا جب وہ آ ہی گئی ہے تو لائبریری میں جا کر کچھ نوٹس بنا لیے جائیں' وہ اس جانب چل دی تقریباً دو گھنٹے بعد جب وہ وہاں سے نکلی تو بارش اپنے جوبن پر تھی' وہ پانی سے بڑی مشکل سے بچتی بچاتی اپنی ڈیپارٹمنٹ میں پہنچی تو اس پل وہاں بالکل سناٹا تھا۔ شہزین کو تھوڑا خوف محسوس ہوا وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی وہاں سے باہر نکلی اس کا رخ پارکنگ کی جانب تھا تاکہ وہ جلد سے جلد اپنی گاڑی میں بیٹھ سکے مگر اچانک ہی جہانگیر اپنے دو دوستوں کے ہمراہ اس کے راستے میں آ گیا وہ جو تقریباً بھاگتے ہوئے راستہ عبور کررہی تھی تیزی سے رکی تھی ورنہ جہانگیر سے زور سے ٹکرا جاتی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے جہانگیر! چھوڑو میرا راستہ۔" اس پل جہانگیر کی موجودگی شہزین کی ریڑھ کی ہڈی میں پھریری سی دوڑا گئی تھی۔

"جانِ من تمہارا راستہ روکنے کے لیے ہی تو ہم یہاں بیٹھے تھے۔" یہ کہتے ہوئے جہانگیر اس کے قریب آیا تو انتہائی بدحواس ہو کر شہزین نے اپنا بیگ اس کو مارنے کی غرض سے اچھالا مگر جہانگیر نے اسے کیچ کرلیا شہزین اس لمحے بے تحاشہ گھبرائی گئی' تمام چیزیں بیگ سے نکل کر زمین پر بکھر گئی تھیں' وہ سرپٹ دوڑی اور پھر بھاگتی چلی گئی تیز بارش اور کہر کی وجہ سے کچھ بھی دیکھائی نہیں دے رہا تھا۔ شہزین کا سر بُری طرح سے چکرا گیا' آنکھوں کے سامنے یکسر اندھیرا چھا گیا۔

"یاوحشت شہزین! اس طرح اچانک کہاں سے ٹپک جاتی ہو اور اتنی بارش میں ریس لگانے کی کیا تک بنتی ہے۔" نوفل کی آواز اس کے آس پاس بکھری تو شہزین کو لگا جیسے وہ کسی مضبوط پناہ میں آ گئی ہو وہ بے ساختہ نوفل سے لپٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی' نوفل ایک دم گھبرا گیا۔

"کیا ہوا شہزین! آر یو اوکے' کیا ہوا ہے پلیز مجھے بتاؤ۔" وہ انتہائی نرمی پیار و حلاوت سے پوچھ رہا تھا۔ شہزین اور شدت سے رونے لگی' نوفل نے ادھر اُدھر نگاہیں دوڑائیں تو تھوڑی ہی دور اسے ایک شیڈ نظر آ گیا۔

"آؤ اس طرف چلو میرے ساتھ۔" وہ اسے زبردستی خود سے الگ کر کے تیز تیز قدم اٹھاتا وہاں پہنچا تو دونوں نے شیڈ کے نیچے آ کر بے پناہ عافیت محسوس کی شہزین کی آنکھیں اس پل سرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔ بلیک شلوار قمیص پر ریڈ اینڈ بلیک کنٹراسٹ کے دوپٹے میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی جو بالکل گیلے ہو چکے تھے۔

"اب بتاؤ کیا ہوا تھا؟" وہ استفہامیہ انداز میں بولا تو شہزین ایک سسکی بھر کر گویا ہوئی۔

"وہ کمینہ جہانگیر میرے ساتھ......" وہ فقط اتنا ہی کہہ سکی جب کہ یہ سن کر نوفل کی کنپٹیاں جھنجھنا اٹھیں۔

"اس کتے کی اتنی ہمت' میں چھوڑوں گا نہیں اسے۔"

"چھوڑیں نوفل! میری ہی غلطی تھی جو اس جیسے شخص سے میں نے دوستی کی۔" شہزین اپنی انگلیاں مروڑتے ہوئے ندامت و شرمندگی سے بولی تو نوفل محض اسے دیکھتا رہ گیا پھر دونوں کے درمیان گمبھیر خاموشی چھا گئی اچانک نوفل کو کچھ یاد آیا تو انتہائی چڑ کر بولا۔

"تمہیں اتنے خراب موسم میں کیمپس آنے کی کیا ضرورت تھی' کبھی تو اپنی عقل کو استعمال کرلیا کرو۔"

"آپ کی وجہ سے......صرف آپ کی وجہ سے میں اتنے خوفناک موسم میں آئی ورنہ آپ کو مجھے ذلیل کرنے کا موقع جو ہاتھ آ جاتا۔" شہزین بھی بے پناہ تنگ کر بولی تو نوفل نے چند ثانیے اسے بغور دیکھا پھر بے ساختہ مسکراتا چلا گیا۔

"میری شکل پہ کون سا ایسا لطیفہ پڑھ لیا جو اتنی ہنسی آ رہی ہے آپ کو ایک تو میرا بیگ وہیں گر گیا گاڑی کی چابیاں اور موبائل بھی اسی میں رہ گیا۔" آخر میں وہ متفکرانہ انداز میں بولی تو نوفل ہنوز انداز میں اسے دیکھتا رہا۔

"کیا مسئلہ ہے کیوں گھورے جا رہے ہیں مجھے آپ؟"

"تمہیں کیا مسئلہ ہے میری آنکھیں ہیں میں جیسے بھی چاہوں گھوروں۔" نوفل ڈھٹائی سے بولا تو وہ محض اسے دیکھتی رہ گئی پھر غور کیا کہ بارش اب بالکل مدھم ہو چکی ہے اس نے اطمینان کا سانس لیا' بوائز ہوسٹل بالکل قریب ہی اسے نظر آیا تو شہزین آہستہ سے بولی۔

"آپ کی منزل آ گئی ہے' میں چلتی ہوں۔"

"میری منزل تو نجانے کہاں بھٹک گئی ہے' کافی عرصے سے اس کی تلاش میں سرگرداں پھر رہا ہوں مگر وہ مجھے مل کر ہی نہیں دے رہی۔" عقب سے نوفل کی کھوئی ہوئی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تو شہزین پتھر کی ہو گئی۔

"تم بہت بُری ہو شہزین...... بہت بُری!" شہزین نے تڑپ کر نوفل کی جانب دیکھا اس پل وہ اسے بے پناہ بکھرا بکھرا لگا اس کا دل چاہا کہ دوڑ کر نوفل کے پاس جائے اور اس کے سینے سے لگ کر اپنی بے قراریوں کا اقرار کرے مگر دوسرے ہی لمحے اسے نوفل کے سفاکانہ الفاظ یاد آ گئے۔

"آپ بھی بہت بُرے ہیں نوفل! بہت زیادہ بُرے۔" بولتے بولتے اچانک وہ پھر رونے لگی تو نوفل اس کے پاس آیا اور دونوں ہاتھوں سے اس کے کندھے تھام کر بولا۔

"آئی ہیٹ یو شہزین...... آئی ہیٹ یو۔"

"آئی ہیٹ یو ٹو......" وہ تقریباً چلاتے ہوئے بولی تو بے اختیار نوفل نے اس کے ہونٹوں پر اپنی شہادت کی انگلی رکھ دی۔ اس کی آنکھوں سے بھی موتی گرنے لگے۔

"ہر پل تمہاری یاد میں تڑپا ہوں' ہمہ وقت سلگا ہوں......
ہجر کے کالے پانی کی سزا کیوں دی تم نے مجھے۔"

"تم نے بھی مجھے بہت رُلایا ہے نوفل! بہت ستایا ہے۔ میرا دل میرا چین وسکون سب کچھ مجھ سے چھین لیا۔" دونوں اس پل دنیا و مافیہا سے بے خبر اقرار محبت کر رہے تھے۔

"آئی لو یو شہزین! بہت محبت کرتا ہوں تم سے۔" شہزین یہ جملہ سن کر اور بھی شدت سے رو دی' چند ثانیے بعد شہزین فکر مندی سے گویا ہوئی۔

"ہمیں اس طرح کسی نے دیکھ نہ لیا ہو۔" نوفل اس کی بات پر مسکرا کر بولا۔

"یہ جگہ عام دنوں میں بھی بہت سنسان رہتی ہے پھر ایسے موسم میں دور دور تک کوئی نہیں ہے' تم فکر مت کرو۔" نوفل کی بات پر اچانک اسے حجاب آ گیا۔

"مجھے جانا ہے کافی دیر ہو گئی ہے' مجھے روڈ سے ٹیکسی بھی لینی ہوں۔" شہزین نوفل کی جانب دیکھنے سے گریز کرتے ہوئے ادھر اُدھر نظریں دوڑاتے ہوئے بولی۔

"جب مجھ سے محبت ہو ہی گئی تھی تو مجھے بتایا کیوں نہیں تھا۔"

"آپ نے بھی تو مجھے لاعلم رکھا۔"

"اپنی نیکی کے خیال سے جھوٹ بول گیا تھا' مگر اب میں اپنے روٹھے صنم کو منا لوں گا۔" وہ تفنن آمیز لہجے میں بولا۔

"آئی ایم سوری نوفل!"

"آئی ایم سوری ٹو شہزین!" معاً شہزین کو کوئی خیال آیا تو اس نے انتہائی اچنبھے سے دیکھا۔

"یہ سب آپ کو کیسے معلوم ہوا؟" شہزین کے ہونق چہرے کو دیکھ کر نوفل ہنس کر بولا۔

"ہادیہ نے مجھے سب کچھ بتا دیا تھا اس کے جملوں نے مجھے گویا میری زندگی لوٹا دی تھی شہزین!"

"نوفل کوتاہی میری تھی مجھے سزا تو ملنی چاہیے تھی ناں۔" وہ سر جھکاتے ہوئے بولی تو نوفل اس کے قریب آتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر ایک جذب کے عالم میں گویا ہوا۔

"بیتی باتیں بھول جاؤ آؤ ہم دونوں مل کر اپنی منزل کی طرف بڑھتے ہیں۔" شہزین اسے محبت بھری نگاہوں سے دیکھتے، دیئے اثبات میں سر ہلا کر نوفل کے قدم سے قدم ملا کر چلنے لگی جب کہ بارش کے بعد شفاف نیلگوں آسمان انہیں دیکھ کر دھیرے سے مسکرا دیا۔ بارش کے پانی نے تمام بدگمانیوں اور خفگی کو دھو ڈالا تھا۔